''قانون تحفظِ خواتین'': ایک تحقیقی جائزہ

ابوعبدالمعز

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ط﴾ (آل عمران:۱۹)

''یقیناً اللہ کے نزدیک دین (کامل نظامِ حیات) اسلام ہی ہے۔''

یہ نظامِ حیات انفرادی و اجتماعی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے اور اسلام قبول کرنے والوں پر یہ لازم قرار دیتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کے تمام اُمور کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں سرانجام دیں۔

ذیل میں ہم ''اسلام میں قانون سازی کے بنیادی تصورات'' کے تذکرہ کے بعد اسلام کے قانون متعلقہ زنا' قذف و لعان اور موجودہ ''قانون تحفظ خواتین'' کا تفصیلی جائزہ لیں گے اور یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ اس قانونِ جدید کے مقاصد کیا ہیں اور آیا یہ قرآن وسنت کے مطابق ہے یا نہیں!

اسلام میں قانون سازی کے بنیادی تصورات

① قرآن کی رو سے اللہ تعالیٰ مالک الملک ہے' خلق اسی کی ہے' لہٰذا فطرتاً امر کا حق (right to rule) بھی صرف اسی کا ہے (الاعراف:۵۴۔ فاطر:۱۳) حکم کا اختیار بھی اسی کا ہے (المؤمن:۱۲)' بادشاہی اور حکم میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ ہی وہ کسی کو شراکت دار بناتا ہے۔ (بنی اسراءیل:۱۱۱۔ الکہف:۲۶)' اور حکم اور امر کا اختیار بھی کلی طور پر اللہ کے لیے مخصوص ہے۔ (آل عمران:۱۵۴)

② ﴿اِنَّ الْاَمْرَ کُلَّہٗ لِلّٰہِ﴾ کی بنیاد پر انسان سے قانون سازی کا حق سلب کر لیا گیا ہے' اس طرح انسان اس بات کے مجاز نہیں کہ وہ نظامِ زندگی میں اپنی مرضی سے حلت و حرمت (حلال و حرام قرار دینے) کا فیصلہ کریں۔ (النحل:۱۱۶) بلکہ وہ اس بات کے پابند ہیں کہ جو کچھ اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہے بالکلیہ اس کی پیروی کریں۔ (الاعراف:۳) اور اللہ کے قانون کے مطابق جملہ اُمورِ حیات کا فیصلہ نہ کرنے والوں کو ظالم (المائدۃ:۴۵)' فاسق (المائدۃ:۴۷) اور کافر (المائدۃ:۴۴) کہا گیا ہے۔

③ انسان کو اللہ نے اس دنیا میں خلیفہ یا نائب بنایا ہے (البقرۃ:۳۰' یونس:۱۴' الاعراف:۶۹) اور انبیاء و رسل کو اللہ نے اس لیے بھیجا کہ حکم الٰہی کے مطابق ان کی اطاعت کی جائے۔ (النساء:۶۴) اور کتابِ ہدایت کے مطابق ان کے درمیان فیصلہ کیا جائے۔ (النساء:۱۰۵)۔ اس طرح انبیاء و رسل کو اللہ نے' اللہ کی مخلوق پر' اللہ کے قانون کے مطابق' اللہ کی حاکمیت کا نظام برپا کرنے کے لیے بھیجا۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت گردانا گیا اور مؤمنوں کے ایمان کو اطاعتِ رسولؐ و اتباعِ رسولؐ سے وابستہ کر دیا گیا اور یہ فیصلہ سنا دیا گیا کہ:

﴿فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ......﴾ (النساء:۶۵)

''آپ کے ربّ کی قسم' وہ ہرگز مؤمن نہ ہوں گے جب تک کہ اے نبی! آپ کو باہمی اختلافات میں فیصلہ کرنے والا تسلیم نہ کریں......''

④ مذکورہ بالا بحث کا حاصل یہ ہے کہ اسلام میں قانون سازی کے بنیادی مآخذ قرآن وسنت ہیں' البتہ قانون الٰہی کی حدود کے اندر استنباط و اجتہاد سے فقہی تفصیلات مرتب کرنے' اور اُن اُمور میں' جن میں اللہ اور اس کے رسولؐ نے کوئی صریح حکم نہ دیا ہو' شریعت کی روح اور اسلام کے مزاج کو پیش نظر رکھتے ہوئے قانون بنانے کا حق اہل ایمان کو حاصل ہے۔

اسلامی قانون میں زنا سے متعلق احکام،

حدِّ زنا آرڈیننس اور قانونِ تحفظ خواتین

(۱) انسانی جان و مال، عزت و عصمت، نسل اور عقل کی حفاظت مقاصد شریعت میں سے ہیں۔ اس میں ''فعل زنا'' انسانی نسل و عزت و عصمت کی حفاظت کے خلاف جرم ہے۔

(۲) قرآن کریم میں ''زنا'' کو بہت بڑی بے حیائی اور بہت بری راہ قرار دیا گیا ہے اور شرک اور قتل کے بعد کبائر میں شمار کیا گیا ہے۔ (بنی اسراءیل: ۳۲، الفرقان ۶۸ بالترتیب)

(۳) اسلام کے ابتدائی دور میں ارتکابِ زنا کرنے والی عورتوں کو جرم کے ثبوت —— چار مرد گواہوں کی گواہی —— کے بعد تا مرگ قید یا اللہ کی طرف سے راہ نمائی آ جانے تک قید کا حکم تھا۔ (النساء: ۱۵، ۱۶) تاہم قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں حتمی قانون ''زانی عورت اور زانی مرد، ہر ایک کو سو سو کوڑے مارنے'' کی صورت میں فراہم کیا (النور: ۲)، البتہ رسول اللہ ﷺ کے قول و عمل، صحابہ کرامؓ کے طرزِ عمل اور علماء و صلحاء اُمت کے اجماع (ماسوائے خوارج و معتزلہ) سے یہ ثابت ہے کہ قرآن کا مذکورہ حکم غیر محصن (غیر شادی شدہ) مرد و عورت مجرموں کے لیے ہے، جبکہ محصن (حصارِ نکاح میں محفوظ شدہ) مجرموں، خواہ مرد ہوں یا عورتیں، کے لیے رجم (تا مرگ سنگساری) کی سزا ہے۔

(۴) ''حدِ زنا'' کے لیے ثبوت کے دو معتبر ذرائع ملزم کا ''اقرارِ جرم'' اور چار مسلم، بالغ و عاقل گواہوں کی شہادت ہے، جن کی نسبت عدالت ''تزکیۃ الشہود'' کے تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے، مطمئن ہو کہ وہ سچے اور کبائر سے بچنے والے گواہ ہیں۔ مزید یہ کہ ان گواہوں کی شہادت، وقوعہ اور ''فعلِ زنا'' کی عینی شہادت ہونی چاہیے۔

(۵) مذکورہ ثبوت اگر موجود نہ ہوں اور قرائن (circumstances) سے یا کسی اور ذریعے سے یہ ثابت ہو کہ ''ملزم یا ملزمہ'' نے زنا کا ارتکاب کیا ہے تو اسے اس عمل کی سزا تعزیر کی صورت میں عدالت یا حاکمِ وقت (اولی الامر) مقدمہ کے حقائق کو دیکھتے ہوئے، دے سکتا ہے۔

(۶) حال ہی میں ہماری پارلیمنٹ (قومی اسمبلی اور سینٹ) نے ''تحفظ خواتین (فوجداری قوانین کا ترمیمی) ایکٹ ۲۰۰۶ء'' منظور کیا ہے اور صدرِ پاکستان نے اسے منظوری دے کر قانون کا درجہ بھی دے دیا ہے۔ اس قانون کے ذریعے جرم زنا (نفاذِ حد) آرڈیننس ۱۹۷۹ء (جسے آئندہ سطور میں سہولت کی خاطر ''جرم یا حدِ زنا آرڈیننس'' تحریر کیا جائے گا)، جرم قذف (نفاذِ حد) آرڈیننس ۱۹۷۹ء (آئندہ سطور میں ''جرم یا حدِ قذف آرڈیننس'' تحریر کیا جائے گا)، تعزیرات پاکستان ۱۸۶۰ء، ضابطہ فوجداری ۱۹۰۸ء اور قانون انفساخ ازدواج مسلمانان ۱۹۳۹ء میں ترامیم کی گئی ہیں۔

(۷) جرمِ زنا آرڈیننس کی بیشتر دفعات اسلامی قوانین کی روح کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے مرتب کی گئی تھیں، البتہ چند ایک ذیلی و فروعی قسم کی دفعات، جو کہ زیادہ تر طریق کار کی نسبت تھیں، ان کو غلط طور پر استعمال کیا جاتا رہا ہے، جس کو بہانہ بناتے ہوئے اور تحفظ خواتین کا دلچسپ نعرہ استعمال کرتے ہوئے، مذکورہ ذیل ترامیم اور متعلقہ دیگر قوانین میں ذیلی دفعات کا اضافہ کیا گیا ہے، جن کے مقاصد صرف سرسری مطالعہ ہی سے صراحت سے واضح ہو جاتے ہیں۔

(i) قانون —— حدِ زنا آرڈیننس —— کی دفعہ ۲ کی شق ج (c) کو منسوخ کیا گیا ہے۔ مذکورہ شق میں ''شادی رنکاح'' کی اس طور تعریف کی گئی ہے کہ ''شادی رنکاح سے مراد وہ شادی رنکاح ہے جو کہ فریقین کے شخصی قانون کے مطابق باطل (void) نہ ہو، اور ''شادی شدہ'' کو اسی معنوں میں تعبیر کیا جائے گا'' —— ''حدِ زنا'' کے نفاذ کے لیے ''شادی شدہ'' کی تعریف کلیدی حیثیت رکھتی ہے اور اس شق کی تنسیخ سے ''شادی رنکاح'' کی واضح تعریف کو مشکوک اور ہر مقدمہ میں علیحدہ علیحدہ تعبیر کا تابع بنانے کی سعی کی گئی ہے تاکہ ''شادی رنکاح'' کی تعریف میں ابہام موجود رہے، کیونکہ اس اصطلاح کی تعریف نہ تو ''تعزیرات پاکستان'' میں ہے، نہ قانون انفساخ ازدواج مسلمانان ۱۹۳۹ء (The Dissolution of Muslim Marriages Act,1939) میں اور نہ ہی کسی اور قانون میں۔ اس طرح کسی بھی اس تعلق کو ''شادی'' قرار دیا جا سکے گا جو ''تحفظ خواتین'' کے نام نہاد علمبردار اور اس کے پس پردہ محرک قرار دیں۔

(ii) قانون کی دفعہ ۲ کی شق ''ر'' (e) کو منسوخ کیا گیا ہے، جس میں تعزیر کی تعریف کی گئی ہے۔ (iii) قانون کی دفعہ ۳ کو منسوخ کیا گیا ہے، جس کی رو سے ''حدِ زنا آرڈیننس'' کو دیگر

تمام قوانین پر اس کے نفاذ کے اعتبار سے برتری دی گئی تھی۔ اس طرح حدِ زنا کے قانون سے دیگر تمام انسانی وضع کردہ قوانین کی طرح کا سلوک کیا جائے گا اور اسے نفاذ میں کسی قسم کی برتری اور اولیت حاصل نہ رہے گی۔ بلکہ اس امر کا زیادہ امکان ہے کہ اس قانون کو اس کے بعد نافذ کردہ قوانین کی نسبت کم اہمیت دی جائے گی' کیونکہ قانون کی توضیح وتشریح کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ ایک ہی موضوع پر بعد میں نافذ کیے جانے والے قانون کو پہلے سے لاگو کردہ قانون پر ترجیح دی جائے گی' کیونکہ یہ پارلیمان کے ارادوں کا بہتر مظہر ہوتا ہے' اِلاّ یہ کہ پہلے سے نافذ شدہ قانون میں اس کے برعکس صراحت سے مذکور ہو' جیسا کہ ''حدِ زنا'' سے متعلق مذکورہ منسوخ شدہ دفعہ میں مذکور تھا۔

(iv) قانون کی دفعہ۴ میں ''ہر اُس ارادی جنسی تعلق کو زنا قرار دیا گیا تھا جو کہ مرد وزن جائز نکاح کے بغیر استوار کریں'' تاہم تحفظ خواتین کے قانون کے ذریعے قوم کے نمائندوں نے ''جائز'' لفظ کو حذف کرنے کی تجویز دی ہے' جبکہ ''شادی/نکاح'' کی تعریف کو پہلے ہی حذف کیا گیا ہے۔ اس طرح ''نکاح'' اور اس حوالے سے ''ارتکابِ زنا'' کے قانون کو مبہم بنانے کی حتی الامکان سعی کی گئی ہے۔

(v) حدِ زنا آرڈیننس کی دفعہ۶ میں زنا بالجبر کی تعریف اور اس کے ارتکاب کرنے والے/والی محصن (شادی شدہ) اور غیر محصن (غیر شادی شدہ) مجرم کی سزا بیان کی گئی ہے' تاہم تحفظ خواتین کے ترمیمی قانون کے ذریعے نہ صرف مذکورہ بالا دفعہ بلکہ جہاں جہاں بھی ''زنا بالجبر'' کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے' کو منسوخ کیا گیا ہے اور مذکورہ دفعہ کی جگہ تعزیرات پاکستان میں دفعہ ۳۷۵ بہ عنوان زنا بالجبر اور دفعہ ۳۷۶ بہ عنوان سزائے ''زنا بالجبر'' شامل کی گئی ہیں۔ اس ضمن میں تفصیلی مباحث درج ذیل ہیں:

اولاً: ''قانون حدِ زنا'' میں مجرم کے لیے اصطلاح ''ایک شخص (A person)'' استعمال کی گئی ہے جس کی تعریف میں ''مرد وزن'' دونوں شامل ہیں' جبکہ تحفظ خواتین کے قانون کے ذریعے نافذ کردہ دفعہ ۳۷۵ کی تعریف کے مطابق صرف ''ایک مرد'' (A man) ہی زنا بالجبر کا مرتکب قرار دیا جا سکے گا۔ اگرچہ بالعموم ''زنا بالجبر'' کے مرتکب مرد ہی ہوتے ہیں' تاہم خواتین سے بھی اس کا ارتکاب خلافِ امکان نہیں۔ حدِ زنا آرڈیننس کی دفعہ ۶ اس امکانی صورت کا بھی احاطہ کرتی ہے' جبکہ ''تحفظ خواتین'' کے قانون کے ذریعے نافذ کردہ شق ۳۷۵ میں ایسا کوئی امکان موجود نہیں۔

مزید یہ کہ دفعات ۳۷۵ اور ۳۷۶ کی صورت میں ''مردوں'' سے جنس کی بنیاد پر امتیاز کا قانون نافذ کیا جا رہا ہے' جو کہ عدل وانصاف کے تقاضوں اور آئین پاکستان کے آرٹیکل ۲۵ کی صریح خلاف ورزی ہے۔

ثانیاً: اسلامی قانون اور حدِ زنا آرڈیننس کے مطابق ''حدِ زنا بالجبر'' صرف عاقل وبالغ مرد وزن پر بعد از ثبوت نافذ کی جائے گی' جبکہ نئی شامل کردہ دفعہ ۳۷۵' تعزیرات پاکستان کے مطابق ایک مرد (A man) ہی سزائے زنا بالجبر کا مرتکب قرار پائے گا۔ یہاں یہ بھی برمحل ہوگا کہ اگر تعزیرات پاکستان میں ''مرد'' کی تعریف کا تذکرہ ہو جائے۔ تعزیرات پاکستان کی دفعہ۱۰ کے مطابق ''مرد'' (man) سے مراد کسی بھی عمر کا مرد انسان ہے' تاہم زیر دفعہ ۸۲' تعزیرات پاکستان' سات سال سے کم عمر بچے کے کسی بھی فعل کو جرم نہیں گردانا جائے گا' جبکہ مذکورہ قانون کی دفعہ ۸۳ کے مطابق ۷ سال سے زائد اور ۱۲ سال سے کم عمر بچے کا کوئی فعل جرم تصور نہ ہوگا' بشرطیکہ اسے اپنے افعال اور اس کے نتائج کی کافی سمجھ بوجھ حاصل نہ ہو۔ اس طرح بارہ سال یا اس سے زائد عمر کے بچے پر تو تعزیرات پاکستان کی دفعات ۳۷۵ اور ۳۷۶ بہ اعتبارِ سزا لاگو ہوں گی' مگر کسی بھی عمر کی عورت پر نہیں۔

ثالثاً: حدِ زنا آرڈیننس اور اسلامی قانونِ معاشرت میں اپنی بیوی کے ساتھ' خواہ اس کی مرضی یا رضامندی ہو یا نہ ہو' جنسی تعلق قائم کرنا کوئی جرم نہیں' جبکہ ''تحفظ خواتین کے قانون'' کی دفعہ ۳۷۵ کے مطابق ''اگر ایک مرد ایک عورت سے اس کی مرضی یا رضامندی کے بغیر جنسی تعلق استوار کرے تو یہ زنا بالجبر کہلائے گا'' (ملاحظہ ہو شق ۵ تحفظ خواتین کا قانون)۔ یہ عورت اس مرد کی بیوی بھی ہو سکتی ہے! اور اہل مغرب کی اصطلاح میں اس کو شادی کے بعد زنا بالجبر (marital rape) گردانا جاتا ہے۔ حدِ زنا آرڈیننس کی دفعہ۶ میں ''جائز نکاح/شادی'' کے بعد جنسی فعل کو ''زنا بالجبر'' کی تعریف سے خارج کیا گیا ہے' جبکہ تحفظ حقوقِ خواتین کے قانون میں اس کے برعکس ہے۔

رابعاً: جنس کی بنیاد پر امتیاز کی ایک اور مثال تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۳۷۵ کی ذیلی شق پانچ (V) ہے' جس کے مطابق ''ایک مرد اگر ایک عورت سے اس کی مرضی یا اس کی مرضی کے بغیر جنسی تعلق قائم کرے' زنا بالجبر کا مرتکب کہلائے گا' اگر عورت کی عمر سولہ سال سے کم ہو''۔

اس طرح ایک طرف تو ۱۲ سے ۱۶ سال تک کی عمر کی لڑکیوں کو اس فعل کی بلا کسی خوف وخطر آزادی دے دی گئی ہے اور دوسری طرف یہی فعل اگر اسی عمر کا کوئی لڑکا کرے تو ''زنا بالجبر'' کا مرتکب قرار پائے گا۔ اس طرح سولہ سال سے کم عمر لڑکی/عورت اگر ارتکاب زنا بالرضا کرے تو اس کے لیے کوئی سزا مقرر نہیں خواہ وہ غیر محصنہ (غیر شادی شدہ) ہو یا محصنہ (شادی شدہ) ہو۔ اس پر مزید افتاد یہ کہ کسی ''شوہر'' کا اپنی سولہ سال سے کم عمر بیوی کے ساتھ جسمانی تعلق' خواہ یہ تعلق اس کی بیوی کی رضامندی ہی سے کیوں نہ ہو' ''زنا بالجبر'' تعبیر کیا جائے گا۔ کیا مذکورہ بالا اجزاء ''ثالث ورابع'' کے تحت مباحث میں' دیگر پہلوؤں کے علاوہ' قرآن وسنت سے یا پوری اُمت مسلمہ کی تاریخ سے کسی شوہر کا اپنی بیوی کے ساتھ جسمانی تعلق ''زنا بالجبر'' قرار دیے جانے کی ایک بھی نظیر (precedent) موجود ہے؟

خامساً: ’’زنا بالجبر‘‘ کی سزا کے متعلق رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تعامل کی چند مثالیں راہ نما ہیں:

(۱) ایک عورت اندھیرے میں نماز کے لیے نکلی‘ راستے میں ایک شخص نے اس کو گرا لیا اور زبردستی اس کی عصمت دری کر دی‘ اس کے شور مچانے پر لوگ آ گئے اور زانی کو پکڑ لیا۔ نبی ﷺ نے اس کو رجم کرا دیا اور عورت کو چھوڑ دیا۔ (رواہ ترمذی وابوداؤد)

(۲) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں انہوں نے زنا بالجبر کے ایک کنوارے مجرم کو سو کوڑے لگوائے اور جلاوطنی کی سزا دی۔ (موطا امام مالکؒ)

(۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں ایک شخص نے ایک لڑکی سے زنا بالجبر کیا‘ آپؓ نے اسے کوڑے لگوائے اور لڑکی کو چھوڑ دیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ مجرم کو جلاوطنی کی سزا بھی دی گئی۔ (رواہ البخاری)

مذکورہ بالا مثالوں اور رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قول و عمل سے یہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ زنا بالجبر کی سزا مجرم کے محصن ہونے کی صورت میں رجم اور غیر محصن (غیر شادی شدہ) ہونے کی صورت میں سو کوڑے تھی۔ علاوہ ازیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تعامل سے یہ بھی واضح ہے کہ جبر کے جرم کی تعزیر کے طور پر مجرم کو جلاوطنی کی سزا دی گئی‘ تاہم ملزم کے غیر محصن ہونے کی صورت میں یہ سزا قتل (سزائے موت) کبھی بھی نہیں رہی۔

تحفظ خواتین کے قانون کے تحت نئی نافذ کردہ دفعہ ۳۷۶ تعزیرات پاکستان کے تحت زنا بالجبر کی سزا ’’سو کوڑوں‘‘ یا ’’رجم‘‘ کے بجائے ’’سزائے موت یا کم از کم دس سال اور زیادہ سے زیادہ ۲۵ سال قید ہمراہ جرمانہ‘‘ جبکہ دو یا زائد افراد اگر مشترکہ نیت سے اس جرم کے مرتکب ہوں تو ان کے لیے سزا سزائے موت یا عمر قید ہے۔

اب دفعہ ۳۷۶ تعزیرات پاکستان کے مطابق قرآن و سنت ہونے یا خلافِ قرآن و سنت ہونے کا فیصلہ مذکورہ بالا مباحث کی روشنی میں آپ خود کیجیے گا۔

(vi) ’’حدِ زنا آرڈیننس‘‘ کی دفعہ ۷ میں ’’زنا‘‘ یا ’’زنا بالجبر‘‘ کے ارتکاب کرنے والے نابالغ مجرموں کے لیے تعزیری سزائیں بیان کی گئی تھیں ان کو مکمل طور پر منسوخ کر دیا گیا ہے‘ جس کے متبادل کوئی دفعہ تعزیرات پاکستان میں شامل نہیں کی گئی‘ جو کہ کم سن نوجوانوں کو بے راہ روی کی ترغیب دینے کے مترادف ہے۔

(vii) (۱) مذکورہ آرڈیننس کی دفعہ ۸ میں ’’زنا موجب حد‘‘ یا ’’زنا بالجبر موجب حد‘‘ کے لیے شہادت کا معیار مقرر کیا گیا تھا‘ جو کہ قبل ازیں ذکر کیا گیا‘ تاہم زنا یا زنا بالجبر کی صورت میں اگر مذکورہ شہادت میسر نہ ہو اور ریکارڈ سے جرم کے واقع ہونے کا اثبات ہوتا ہو تو قانون مذکورہ کی دفعہ ۱۰ کے تحت تعزیری سزائیں بیان کی گئی تھیں۔ ’’قانون تحفظ خواتین‘‘ کے ذریعے مذکورہ بالا دفعہ ۸ سے ’’زنا بالجبر موجب حد‘‘ کے ثبوت کے لیے اسلامی معیارِ شہادت (یعنی اقرار یا چار عاقل و بالغ گواہان) کی شرط کو ختم کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح دفعہ ۱۰ مذکورہ کو مکمل طور پر حذف کر دیا گیا ہے۔ اس طرح جرم ’’زنا بالجبر‘‘ زیر دفعہ ۳۷۵ و ۳۷۶ کے لیے معیارِ شہادت قانونِ شہادت آرڈر کے مطابق ہوگا نہ کہ قرآن و سنت کے مطابق۔

(۲) ’’زنا بالرضا‘‘ کے لیے تعزیرات پاکستان میں ’’ازدواج کے بغیر جنسی تعلق‘‘ (Fornication) کے نام سے دفعہ ۴۹۶۔بی کی صورت میں نافذ کیا گیا ہے‘ جس کو قبل ازیں ’’فحاشی‘‘ (Lewdness) کا نام دیا گیا تھا۔ اس دفعہ کے مطابق ’’اگر ایک مرد و عورت جو کہ ایک دوسرے سے تعلق ازدواج میں وابستہ نہ ہوں‘ اور وہ باہمی رضامندی سے جنسی تعلق استوار کریں تو وہ Fornication یا ’’ازدواج کے بغیر جنسی تعلق‘‘ کے مرتکب ہوں گے‘ جس کی سزا پانچ سال قید اور دس ہزار روپے جرمانہ تک ہو سکتی ہے‘‘۔

(۳) قانونی تعریف کے اعتبار سے دفعہ ۴۹۶۔بی مذکورہ کے تحت شادی شدہ و غیر شادی شدہ دونوں قسم کے مجرموں کو جو باہمی رضامندی سے ارتکاب جرم کریں‘ ثبوت جرم پر مذکورہ بالا سزا دی جا سکتی ہے‘ نہ کہ رجم یا سو کوڑے۔

(۴) زیر دفعہ ۴۹۶۔سی تعزیرات پاکستان‘ جرم زیر دفعہ ۴۹۶۔بی کی نسبت دعوے داری کرنے اور شہادت دینے والوں کو جو بعد میں جھوٹی ثابت ہو‘ کو بھی جرم زیر دفعہ ۴۹۶۔بی کی سزا کا سزاوار ٹھہرایا گیا‘ نہ کہ الزام کنندہ کو حد قذف کا۔ دفعہ ۴۹۶۔سی کے فقرہ شرطیہ (proviso) کی رو سے‘ یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ عدالت الزام کنندہ اور گواہان کے خلاف از خود زیر دفعہ ۴۹۶۔سی کارروائی کرے گی‘ اگر ملزم پر زیر دفعہ ۴۹۶۔بی کے خلاف جرم ثابت نہ ہو سکا۔

(۵) جرمِ زنا حدود اللہ کی خلاف ورزی ہے جو کہ بمطابق شریعت ایک قابل دست اندازی سرکار جرم (Cognizible offence) ہے۔ قانون تحفظِ خواتین میں جرم ’’زنا بالرضا‘‘ زیر دفعہ ۴۹۶۔بی تعزیرات پاکستان اور زیر دفعہ ۵ حدِ زنا آرڈیننس‘ دونوں ہی کو ضابطہ فوجداری ۱۹۰۸ء کے دوسرے جدول میں ترمیم کے بعد قابل ضمانت (Bailable) اور ناقابل دست اندازی پولیس (Non-cognizible) بنا دیا گیا ہے۔ اس طرح اگرچہ مذکورہ ترمیمی قانون کے نفاذ کے بعد ’’ملزم/ملزمان جرمِ زنا‘‘ کا گرفتار ہونا‘ عملاً ممکن نہیں‘ تاہم بالفرض محال اگر زنا بالرضا کا ملزم یا ملزمان ایک دن گرفتار ہوتے ہیں‘ تو اسی دن وہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ

۴۹۶ کے تحت پولیس یا عدالت کو شخصی ضمانت دے کر کھلے بندوں پھر سکتے ہیں۔ اس طرح جرم کی سزا کو انتہائی کم، ثبوت کے طریق کار کو انتہائی مشکل رکھ کر اور ملزمان کے ارتکابِ جرم کے وقت جرم کو نا قابل دست اندازی پولیس قرار دے کر اور بعد از ارتکابِ جرم وبصورت گرفتاری فوری ضمانت کی سہولیات دینے سے مذکورہ ترامیم کے مقاصد یعنی معاشرے میں مادر پدر آزادی، فحاشی وجنسی بے راہ روی کو فروغ دینا کھل کر سامنے آتے ہیں۔

(۶) قانون بنانے والوں کی علمی استعداد وفراست کو بھی داد دینی پڑتی ہے کہ انہوں نے جرم زیر دفعہ ۴۹۶۔ بی تعزیرات پاکستان کے لیے ''Fornication'' کی اصطلاح استعمال کی ہے، حالانکہ یہ اصطلاح صرف اسی صورت مستعمل ہے جبکہ دونوں فریقین غیر شادی شدہ ہوں نہ کہ باہمی طور پر غیر شادی شدہ، اور اگر فریقین میں سے کوئی ایک بھی فریق شادی شدہ ہو تو اُس وقت یہ جرم انگریزی قانون میں ''Adultery'' کہلائے گا، تاہم دفعہ ۴۹۶۔ بی تعزیرات پاکستان کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ اس میں ''Fornication'' اور ''Adultery'' دونوں کو جمع کیا گیا ہے۔

(۷) ضلع کی سطح پر فوجداری عدالتوں میں مجرموں کو سزا دینے کی شرح (conviction rate) پولیس کی نااہلی، استغاثہ کے گواہوں کی عدم حاضری اور سرکاری تفتیشی و استغاثہ کے اہلکاروں کی ملی بھگت کے نتیجے میں پانچ فیصد سے بھی کم ہے، اور مقدمات میں شہادت قلم بند ہونے کے بعد یہ شرح نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہ تو بھلا ہو اُن ملزموں کا جو مقدمات سے پیچھا چھڑانے کے لیے اعترافِ جرم (Plead Guilty) کر لیتے ہیں، اور سزا یافتہ ہو کر شرح سزا (conviction rate) کو بناتے ہیں، ورنہ فوجداری مقدمات میں شاید ہی کوئی ایسا مقدمہ ہو جو کہ ثبوت کی بنا پر سرکار یا استغاثہ ثابت کر سکے۔ اور یہی وجہ ہے کہ معاشرے میں جرائم کی شرح میں روز افزوں اضافہ دیکھنے میں آتا ہے۔ اندریں حالات ڈسٹرکٹ سطح کی عدالتوں میں زیر دفعہ ۴۹۶۔ بی تعزیرات پاکستان ''زنا بالرضا'' کے مقدمات کا فیصلہ دیگر مقدمات سے مختلف نہ ہونے کا زیادہ امکان ہے۔ ملزمان ارتکابِ جرم کے بعد ضمانت لیے کھلے عام پھریں گے اور عدالتوں میں دیگر مقدمات کی طرح ''جرم زنا بالرضا'' کے انبار لگے رہیں گے۔ مزید یہ کہ جرم کے اعتراف کی صورت میں بھی مجرم کو 'حدِ زنا'' کی سزا نہیں دی جا سکے گی، کیونکہ ''تحفظ حقوق خواتین کے قانون'' کے تحت تعزیرات پاکستان میں شامل دفعات کے تحت جرم ''زنا'' کو عدالت حدود آرڈیننس کے تحت ''حدِ زنا'' کی سزا دینے کا اختیار نہیں رکھتی۔ یہ کارنامہ حدِ زنا آرڈیننس میں ایک نئی دفعہ ۵۔اے کے ادخال اور آرڈیننس مذکورہ کی دفعہ ۲۰ سے پہلے فقرہ شرطیہ (proviso) کو حذف کر کے انجام دیا گیا ہے۔ دفعہ ۵۔اے مذکورہ کے ذریعے ''جرمِ زنا موجبِ حد'' زیر دفعہ ۵ ''حد زنا آرڈیننس'' کے تحت فیصلہ کرنے والی عدالت ''جرم زنا بالرضا موجبِ تعزیر'' زیر دفعہ ۴۹۶۔ بی تعزیرات پاکستان کی سماعت اور اس کا فیصلہ نہیں کر سکتی۔ اسی طرح اگر کوئی مجرم ۴۹۶۔ بی تعزیرات پاکستان کے تحت اقرارِ جرم کر لے تو اس پر ''زنا بالرضا'' کے اقرارِ جرم کی سزا صرف پانچ سال قید اور دس ہزار روپے جرمانے تک کی سزا نافذ کی جا سکے گی نہ کہ سو کوڑے یا رجم۔ مزید یہ کہ دفعہ ۲۰ حد زنا آرڈیننس کا پہلا فقرہ شرطیہ (proviso) جو کہ حذف کیا گیا ہے، حدود کے تحت مقدمات کا فیصلہ کرنے والی عدالت کو یہ اختیار فراہم کرتا تھا کہ وہ دیگر قوانین کے تحت کیے گئے جرائم کی سزا بھی دینے کی مجاز ہوتی۔ یہی حشر حدِ قذف آرڈیننس کی دفعہ ۱۷ کے پہلے جملہ شرطیہ (proviso) کو حذف کر کے کیا گیا ہے۔

(viii) ''زنا بالجبر'' کے لیے ''سزائے رجم'' اور ''سو کوڑوں'' کی سزا کو، جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، حدِ زنا آرڈیننس اور جملہ قوانین سے یکسر نکال دیا گیا ہے۔ اس کے لیے حدِ زنا آرڈیننس کی دفعہ ۶ کی مکمل منسوخی کی گئی ہے، جبکہ طریق سزا کی نسبت دفعہ ۱۷ میں جزوی ترامیم کی گئی ہیں۔

(xi) زنا آرڈیننس کی دفعہ ۱۹ کو مکمل طور پر منسوخ کیا گیا ہے، جس کے ذریعے تعزیرات پاکستان ۱۸۶۰ء مذکورہ دفعات نسبت زنا بزن غیر (Adultery) وغیرہ کی دفعات کو منسوخ کیا گیا تھا۔ اس تنسیخ سے مذکورہ دفعات خود بخود نافذ العمل اور revive نہیں ہوں گی۔ ''روشن خیال، اعتدال پسند پاکستان'' کے علم برداروں کے عزائم اس سے کھل کر سامنے آتے ہیں، جن کے نزدیک مستقبل قریب میں عہد جاہلیت کے قوانین کو بحال کرنا بھی ''تحفظ حقوق خواتین'' ہوگا۔

(x) عدلیہ کی آزادی کا ایک بنیادی اصول یہ بھی ہے کہ جب اعلیٰ عدالتیں حتمی طور پر کسی مقدمہ کا فیصلہ کر لیں اور اپیل کے تمام حقوق استعمال کرنے کے بعد بھی وہ فیصلہ بحال رہے تو اس فیصلہ کو نافذ کیا جائے۔ یہ نہ صرف عدلیہ کی آزادی کا مظہر ہے بلکہ آئین پاکستان کے آرٹیکل ۴ میں مذکور بنیادی حق ''قانون کے سامنے برابری، یکساں سلوک اور یکساں قانونی تحفظ'' کا حاصل بھی۔ مزید یہ کہ یہ امر عامۃ الناس میں عدالتوں پر اعتماد میں اضافہ کرتا ہے، تاہم ظلم اور ناانصافی کی بنیاد خود آئین کے آرٹیکل ۴۵ کی صورت میں، آئین پاکستان کا حصہ ہے جس کے تحت صدر پاکستان کسی بھی عدالت حتیٰ کہ سپریم کورٹ تک کے فیصلے کے حتمی ہونے کے بعد بھی کسی مجرم کو معاف یا اس کی سزا میں تخفیف، یا اس کی سزا کو ایک قسم کی سزا سے دوسری قسم کی سزا میں تبدیل کر سکتا ہے۔ یہ شق نہ صرف خلافِ اسلام ہے بلکہ عدل وانصاف کے تمام تر تقاضوں کے منافی ہے۔ حال ہی میں مرزا طاہر حسین جو کہ ایک برطانوی نژاد پاکستانی تھا، کی سزائے موت کو برطانوی وزیر اعظم کی آمد کے تحفہ کے طور پر، صدر پاکستان نے عمر قید میں تبدیل کر دیا۔ اس طرح سپریم کورٹ کے فیصلے کی دھجیاں

بکھیرنا تو ایک طرف مستغیث فریق کی رضامندی کے بغیر یہ فیصلہ نہ صرف خلاف اسلام تھا بلکہ ان کے زخموں پر نمک پاشی کے مترادف تھا۔ اگر یہ قرین انصاف تھا تو اس طرح کے دیگر دیسی ملزمان اس طرح کے ''انصاف اور قانون کے یکساں سلوک اور تحفظ'' سے کیوں محروم رکھے جاتے ہیں؟

ضابطہ فوجداری ۱۹۰۸ء کے انتیسویں باب میں نہ صرف صدرِ مملکت بلکہ صوبائی حکومت کو بھی اسی طرح سزاؤں میں تخفیف یا ان کی تبدیلی کا اختیار دیا گیا ہے۔ یہ اختیار حدِّ زنا آرڈیننس میں مذکورہ ''جرمِ زنا بالرضا'' و ''جرم زنا بالجبر'' کی سزاؤں کی نسبت ناقابل اطلاق قرار دیا گیا تھا۔ حدِّ زنا آرڈیننس کی دفعہ ۲۰ کی ذیلی شق ۵ کی منسوخی کے بعد ضابطہ فوجداری کے مذکورہ اسباب ۲۹ کا اطلاق زنا بالرضا موجب حد کی نسبت بھی ہوگا۔ اس طرح اگر عدالت عظمیٰ بھی ''حدِّ زنا بالرضا'' کے مقدمہ میں حتمی فیصلہ کر لے جو کہ مذکورہ ترامیم کے بعد محال ہے، تب بھی صدر مملکت اپنے اختیارات کے تحت ایسے چہیتے مجرموں کو معاف کرنے یا ان کی سزا میں تغیر و تبدل کا اختیار رکھتا ہے۔ اس طرح الٰہی احکام اور اس کے نفاذ کو بندوں کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

(xi) ''زنا الرضا موجب حد'' کے مقدمہ کے اندراج کے طریق کار میں بھی واضح تبدیلی ضابطہ فوجداری میں ایک نئی دفعہ ۲۰۳۔اے کے ادخال کے ذریعے کی گئی ہے۔ اب تک مدعی رمستغیث کی رپورٹ پر یا عدالت میں استغاثہ دائر کرنے پر ملزم کے خلاف قانونی کارروائی شروع کی جاتی' تاہم مذکورہ دفعہ کے ادخال کے بعد مقدمہ ''زنا بالرضا'' کے استغاثہ کا طریق کار (procedure) کچھ اس طرح سے ہوگا:

(۱) مدعی رمستغیث مقدمہ دعوے داری کے وقت اپنے ہمراہ اپنے علاوہ چار مسلم بالغ و عاقل گواہان جو کہ تزکیۃ الشھود کی شرائط پر پورے اُترتے ہوں' کو سیشن کورٹ لے کر جائے گا' جہاں اُن سب کے برحلف بیان عمل زنا کے عینی وقوعہ کے شاہدوں کے طور پر قلمبند کیے جائیں گے۔ حالانکہ مذکورہ شہادت سزائے جرم کے لیے مطلوب ہے نہ کہ ابتدائے مقدمہ کے لیے۔ اگر عدالت کا مذکورہ بیانات کی روشنی میں وقوعہ کے ہونے پر اعتماد ہو تو وہ ملزم کی حاضری کے لیے ''صرف سمن'' جاری کرے گی اور ملزم کی حاضری کی صورت میں ملزم کو عرصہ دراز تک جیل کی یاسیت و مایوسی سے بچنے کے لیے فوراً ضمانت دی جائے گی۔ اگر عدالت کو وقوعہ کی صحت پر اطمینان نہ ہو تو عدالت مدعی رمستغیث کی درخواست کو خارج کر دے گی' اور اس صورت میں اگر عدالت کو یہ اطمینان ہو کہ مدعی اور گواہ ''قذف'' کے مرتکب ہوئے ہیں' تو گواہوں اور مستغیث مقدمہ پر قذف آرڈیننس کی دفعہ ۷ کے تحت فوراً سزا لاگو کرے گی۔ سزائے ''حدِّ قذف'' کا یہ نرالا اصول حدِّ قذف آرڈیننس کی دفعہ ۶ میں ایک نئی ذیلی شق ۲ کے طور پر شامل کیا گیا ہے۔

(۲) مقنّنہ کی سوچ کی بلندی اور وسعت کو داد دینی پڑتی ہے کہ ایک طرف تو مقدمہ کی رپورٹ کے ساتھ ہی جملہ شہادت کو لازم قرار دیا گیا ہے اور دوسری طرف مستغیث مقدمہ اور گواہوں کی شنوائی کے بعد عدالت بجائے اس کے کہ ''محترم ملزم'' کو طلب کرے اور مظلوم کی دادرسی کرے یا حدود اللہ کو نافذ کرے' اس کو نہ صرف استغاثہ خارج کرنے کا مجاز بنایا گیا ہے' بلکہ مستغیث و گواہوں کو اُسی وقت سزا دینے کا اختیار دیا گیا ہے۔

یہی طریق عمل ''جرم زنا بالرضا'' زیر دفعہ ۴۹۶۔بی' تعزیرات پاکستان کے ساتھ ضابطہ فوجداری میں ایک نئی دفعہ ۲۰۳۔سی کے ادخال سے کیا گیا ہے' البتہ اس جرم کے لیے مستغیث کے علاوہ گواہوں کی تعداد کم از کم دو مقرر کی گئی ہے۔

اس طرح انصاف تک رسائی کے مواقع کو انتہائی محدود اور حدود اللہ کے نفاذ کے ذرائع کو انتہائی مسدود کر کے' اس امر کی بالواسطہ کوشش کی گئی ہے کہ کسی بھی طور ''حد'' نافذ نہ ہونے پائے اور نہ ہی ملزمِ زنا کے خلاف عدالت میں کوئی قانونی چارہ جوئی کی جا سکے۔ یہاں یہ بھی کہنا برمحل ہوگا کہ اس کرۂ ارض پر اس قدر امتیازی قوانین شاید ہی کسی ملک میں نافذ کیے گئے ہوں۔

اسلام کا قانونِ قذف ولعان' حدِّ قذف آرڈیننس اور تحفظِ خواتین کا قانون

(i) قرآن حکیم میں مؤمنوں کی عصمت و عفت اور شہرت کے تحفظ کے لیے قانونِ قذف بہت جامع طور پر بیان کیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۴ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا

مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۵﴾ (النور)

''اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں، پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں، ان کو اسّی کوڑے مارو اور ان کی شہادت کبھی قبول نہ کرو، اور وہ خود ہی فاسق ہیں۔ سوائے ان لوگوں کے جو اس حرکت کے بعد تائب ہو جائیں اور اصلاح کر لیں تو اللہ ضرور (اُن کے حق میں) غفور و رحیم ہے۔''

مذکورہ بالا آیت سے اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث کی روشنی میں اسلامی قانونِ قذف کی نسبت حسبِ ذیل بنیادی اصول وضع کیے گئے ہیں:

(۱) اگر چہ مذکورہ بالا آیت کریمہ میں تذکرہ ''پاک دامن عورتوں'' کا ہے، لیکن یہی حکم پاک دامن مَردوں کے لیے بھی ہے۔

(۲) الزام کی نسبت سزا تب ہی لاگو ہوگی جب یہ پاک دامن عورتوں یا مَردوں پر لگایا جائے۔ اگر کسی شخص کی بدکاری ''معروف'' ہو تو اس پر لگائے جانے والے الزام کے لیے عدالت یا مسلم ملک کی مجلس شوریٰ تعزیری سزا تجویز کر سکتی ہے۔

(۳) قاذف (قذف کا الزام لگانے والے) کے لیے یہ لازم ہے کہ وہ بالغ و عاقل ہو اور اس نے اپنے آزادانہ ارادے سے ''تہمتِ زنا'' عائد کی ہو۔

(۴) مقذوف (جس پر تہمت لگائی گئی ہو) کے لیے لازم ہے کہ وہ بالغ و عاقل ہو، آزاد مسلمان ہو اور عفیف ہو، یعنی پاک باز ہو۔

(۵) فعلِ قذف کے ارتکاب کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں: اوّلاً کسی پر الزام زنا عائد کرنا اور ثانیاً کسی کو ولد الزنا قرار دینا۔

(۶) قاذف کو اگر کوئی شے حد کی سزا سے بچا سکتی ہے تو وہ یہ کہ ملزم اپنے الزام کے ثبوت میں چار عینی گواہ پیش کرے۔ البتہ ثبوتِ جرمِ قذف کے لیے شہادت کا معیار ملزم کا اقرار یا دو مسلم، عاقل و بالغ گواہوں کی شہادت ہے، یا اگر ملزم عدالت کے سامنے ارتکاب جرمِ قذف کرے۔

(۷) جرمِ قذف قابل دست اندازی سرکار (cognizible offence) ہے یا نہیں، اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ یہ حق اللہ ہے اس لیے قاذف پر بہر حال حد جاری کی جائے گی، خواہ مقذوف مطالبہ کرے یا نہ کرے۔ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک یہ اس معنی میں حق اللہ تو ضرور ہے کہ جب جرم ثابت ہو جائے تو حد جاری کرنا واجب ہے، لیکن اس پر مقدمہ چلانا مقذوف کے مطالبے پر موقوف ہے، اور اس لحاظ سے یہ حقِ آدمی ہے، یہی رائے امام شافعی اور امام اوزاعی کی بھی ہے۔ امام مالک کے نزدیک اس میں تفصیل ہے۔ اگر حاکم کے سامنے قذف کا ارتکاب کیا جائے تو یہ جرم قابل دست اندازی سرکار ہے، ورنہ اس پر کارروائی کرنا مقذوف کے مطالبے پر منحصر ہے۔ (بحوالہ تفہیم القرآن، جلد سوم، از مولانا ابوالاعلیٰ مودودی)

(ii) اب ہم ''حدِ قذف'' کی نسبت سے ''قانون تحفظ خواتین'' کا جائزہ لیں گے۔

(۱) جرمِ قذف (نفاذِ حد) آرڈیننس ۱۹۷۹ء کی دفعہ ۱۹ میں قانون مذکورہ کو دیگر قوانین پر برتر (Over riding effect) قرار دیا گیا تھا۔ ''قانون تحفظ خواتین'' کے نام پر مذکورہ دفعہ ۱۹ کو منسوخ کیا گیا ہے، اس طرح ''اسلامی قانونِ قذف'' کو دیگر قوانین کے برابر لا کھڑا کیا گیا ہے۔

(۲) آرڈیننس کی دفعہ ۴ میں قذف کی اقسام یعنی قذف موجب حد اور قذف موجب تعزیر بیان کی گئی ہیں۔ مذکورہ دفعہ ۴ اور قذف موجب تعزیر کی نسبت دفعات ۱۰ اور ۱۱ کو منسوخ کیا گیا ہے۔

(۳) آرڈیننس کی دفعہ ۶ میں اضافی شق (۲) شامل کی گئی ہے، جس کے تحت اگر عدالت ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۲۰۳-اے (جس کی تفاصیل اوپر مذکور ہیں) کے تحت الزامِ زنا کا استغاثہ خارج کرتی ہے، یا کسی ملزمِ زنا کو بری کرتی ہے اور وہ اس بات سے مطمئن ہو کہ قذف موجب حد کا ارتکاب ہوا ہے تو وہ بلا کسی ثبوت طلب کیے قذف موجب حد کی سزا دے گی۔

مذکورہ بالا دفعہ کی وجہ سے جرم زنا کی نسبت استغاثہ دائر کرنے کی حوصلہ شکنی ہوگی، کیونکہ مستغیث اور گواہوں کے سروں پر ہر وقت ''قذف موجب حد'' کی سزا کی تلوار لٹکتی رہے گی۔ مزید برآں کسی ملزم کا کسی جرم سے بری (acquit) کیے جانے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ وہ معصوم تھا اور مستغیث اور گواہوں نے اسے ایک جھوٹے مقدمہ میں پھنسا دیا ہے، کیونکہ موجودہ قانونی نظام میں اس کے دیگر بھی کئی عوامل اور وجوہات ہو سکتی ہیں، لیکن دفعہ مذکورہ کے ادخال کی بنیاد یہی مفروضہ (presumption) ہے۔

(iii) آرڈیننس کی دفعہ ۸ سے ''یا پولیس کو رپورٹ کرنے'' کے الفاظ حذف کیے گئے ہیں۔ اس طرح قذف موجب حد کی نسبت درخواست/استغاثہ صرف عدالت مجاز میں ہی کیا جا سکے گا۔ اس استغاثہ کا طریقہ کار ضابطہ فوجداری میں دفعہ ۲۰۳-اے کی طرز کی ایک نئی دفعہ ۲۰۳-ب کے ذریعے بیان کیا گیا ہے۔ اس سے حصول انصاف کے ذرائع کو محدود کر کے خواتین کو تحفظ پہنچانے کی کون سی سعی کی گئی ہے؟

(iv) (۱) ''لعان'' کا قانون سورۃ النور کی آیات ۶ تا ۹ میں بیان کیا گیا ہے اور اس کی تمام تر تفاصیل سنتِ رسولؐ سے واضح ہیں۔ اجمالاً اگر کوئی ''مَرد'' اپنی بیوی پر الزامِ زنا عائد کرے، اپنے سوا گواہوں کی عدم موجودگی میں، اور بیوی اس الزام کی صحت سے انکار کرے تو اس صورت میں مرد چار مرتبہ اپنی گواہی دے گا اور پانچویں مرتبہ

یہ کہے گا کہ اُس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹا ہو۔ اسی طرح عورت چار مرتبہ الزام کے جھوٹے ہونے کی نسبت گواہی دے گی اور پانچویں مرتبہ یہ کہے گی کہ اُس بندی پر اللہ کا غضب ہو اگر وہ یعنی اس کا شوہر الزام میں سچا ہو ـــــ اس عمل کے بعد عدالت فریقین کے مابین تفریق کرا دے گی۔

(۲) لعان کے مذکورہ طریق کار (procedure) کے دوران اگر عورت رضا کارانہ اقرار جرم کر لے تو اس پر حدزنا نافذ کی جائے گی۔ یہ طریق حدِ قذف آرڈیننس کی دفعہ۱۴ کی شق۴ میں مذکور ہے۔ تاہم تحفظ خواتین کے قانون کے ذریعے مذکورہ شق کو منسوخ کیا گیا ہے جو کہ خلافِ اسلام اور ''جرمِ زنا موجبِ حد'' کی نسبت موجود اسلامی قانون شہادت کا مذاق ہے۔

(۳) حدِ قذف آرڈیننس کی دفعہ۱۴ کی ذیلی شق۳ میں ''لعان'' کے طریق کار سے گزرنے سے انکار کی صورت میں تادیبی طریق کار بیان کیا گیا ہے۔ مذکورہ دفعہ کو بھی تحفظ خواتین کے لیے منسوخ کیا گیا ہے۔ اس تنسیخ کے بعد اگر کوئی شوہر لعان کے طریق کار سے گزرنے کا انکار کر لے تو وہ عورت کو ہمیشہ کے لیے معلق رکھ سکتا ہے‘ جو کہ اسلامی قانون کی روح سے متصادم ہے‘ اور اس سے عورت کے حق کے تحفظ کے بجائے اس کے حق اور آزادی کی پامالی کا زیادہ احتمال ہے۔

(۴) ''لِعان'' کے ذریعے زوجین (میاں بیوی) کے درمیان تفریق کی بنیاد ''الزامِ زنا'' ہے‘ اس لیے یہ اسلامی فوجداری قانون کا حصہ ہے۔ جبکہ تحفظ نسواں کے قانون کے ذریعے اسے محض طریقِ تنسیخ نکاح گردان کر مسلمانوں کے قانون انفساخ ازدواج ۱۹۳۹ء کا حصہ بنا دیا گیا ہے۔ یہ بھی اسلامی قوانین کی روح سے متصادم ہے۔

{اس مضمون کا ''خلاصۂ بحث'' ندائے خلافت کے شمارہ۴۳ (اشاعت خصوصی بحوالہ تحفظ حقوقِ نسواں بل) میں شائع کر دیا گیا ہے۔}

پس چہ باید کرد:

☆ عوام اور علماء کے درمیان قرآن کی بنیاد پر ارتباط بڑھانے اور عوام میں اسلامی شعور بیدار کرنے کی ضرورت کو اہمیت دی جائے اور علماء اور عوام کے درمیان فاصلے کو مٹانے کی عملی کوششیں کی جائیں۔

☆ قرآن وسنت کی روشنی میں اسلام کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام پہلوؤں کی نسبت شعور اُجاگر کیا جائے۔

☆ اسلام کو بطور مکمل نظامِ حیات اجاگر کیا جائے۔

☆ سیاسی وابستگیوں سے اور فروعی مسائل سے بالاتر ہو کر اتحاد بین المسلمین کی عملی مساعی کی جائیں۔

☆ ''اسلام کے ''حدود قوانین'' کی حفاظت کے لیے نہ صرف فکری بلکہ عملی جدوجہد کی جائے‘ اور موجودہ حکمرانوں کو اس بات پر مجبور کیا جائے کہ مذکورہ قانون کی تمام خلافِ اسلام دفعات کو منسوخ قرار دیں۔

☆ قانونی لحاظ سے ''تحفظ خواتین کا قانون'' آئین کی اجتماعی سکیم کے اسلامی طرز اور اس کی دفعہ ۲۲۷ سے متصادم ہے‘ اس کو مناسب عدالتی فورمز (furums) پر چیلنج کیا جائے۔

☆ خلاف اسلام قانون سازی کے خلاف حتی الامکان اس امر کی قانونی و عملی جدوجہد کی جائے کہ قرآن وسنت کو اس ملک کا سپریم قانون قرار دیا جائے۔

☆ اللہ سے اپنے گناہوں پر استغفار کیا جائے اور اسلام کے لیے عملی جدوجہد کی تیاری کے ساتھ ساتھ بھرپور دعا اور خاص طور پر قیام اللیل کا اہتمام کیا جائے۔

☆ انفرادی زندگی میں مکمل اسلام پر کاربند رہا جائے۔

☆ ملک اور عالمِ اسلام میں مکمل اسلامی نظامِ حیات کے لیے اجتماعی مساعی کو تیز تر کیا جائے۔ دعوت الی اللہ بالقرآن کو بھرپور طریقے سے انجام دیا جائے۔

اقول قولی هذا و استغفراللّٰه لی ولکم ولسائر المسلمین و المسلمات○○